۸۳۵م
۳۷/۳/۱۹

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۴۳/۱۹۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت جناب استاد محترم حضرت اقدس شیخ الاسلام صاحب دامت برکاتہم!

السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ،

آنجناب کی مزاج گرامی کی خیریت مطلوب ہے۔

بعد احترام عرض ہے کہ بندہ جامعہ دارالعلوم کراچی کا فاضل ہے اور آج کل جامعہ اشرف المدارس کراچی میں تخصص فی الافتاء سالِ دوم میں زیر تعلیم ہے۔ بندہ کو تمرین افتاء کے دوران ایک مسئلہ "کیا دین مؤجل مانع زکوۃ ہے یا نہیں؟" موصول ہوا، مسئلہ کی تحقیق کے دوران بندے کو فتاوی عثمانی اور امداد الاحکام کے موقف میں بظاہر تعارض معلوم ہوا، اور بندے کی سمجھ کے مطابق نظائر سے امداد الاحکام کی تائید ہو رہی ہے، رفع اضطراب کے خاطر دونوں عبارتوں کو یہاں پیش کر رہا ہے۔

فتاوی عثمانی (ج1، ص70) میں ہے:

"سوال: کینیڈا میں مکانوں کی قیمت اتنی زیادہ ہے کہ اس کی یک وقت دائیگی مشکل ہے اس لئے مجبوراً قرض پر مکان خریدنا پڑتا ہے اور یہ قرض قسطوں میں 25،30 سال میں ادا کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا صورت میں میں یعنی مکان کا قرضہ بھی ہر ماہ قسط کی صورت میں اداء ہو رہا ہے، اس کے باوجود 5 یا 10 ہزار ڈالر جمع ہو گئے ہیں، کیا ان پر زکوۃ فرض ہوگی؟ اور حج بھی فرض ہوگا؟

جواب: اس رقم پر زکوۃ دینی چاہئے کیونکہ مکان کا قرض مؤجل ہے اور قرض مؤجل علی الاصح مانع وجوب زکوۃ نہیں، وعن أبی حنیفةؒ: لا یمنع، وقال الصدر الشھید لا روایة فیه، ولکل من المنع وعدمه وجه زاد القھستانی عن الجواھر والصحیح انه غیر مانع. (شامی ج:۲، ص:۲۶۱ مط، سعید)"

اور امداد الاحکام (ج:2، ص:28) میں قرض کو علی الاطلاق مانع وجوبِ زکوۃ شمار کیا گیا ہے، چنانچہ اس میں ہے:

"سوال: ایک شخص نے چار ہزار روپے میں ایک زمین خریدی، جس کی ادا دس قسطوں میں قرار پائی ہے، ایک قسط وہ ادا کر چکا اور زمین پر قابض ہو گیا دوسری قسط کے لیے 250 روپیہ اس کے پاس رکھا ہے جس پر حولانِ حول ہو چکا ہے تو اس رقم پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟ اور زمین کا قرض مانع وجوب زکوۃ ہے یا نہیں؟

الجواب: اس رقم پر زکوۃ واجب نہیں، قرض بہر حال مانع وجوب زکوۃ ہے، خواہ زمین کی وجہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے، اور خواہ اس کی ادا بالاقساط مشروط ہو یا بلا اقساط۔ واللہ اعلم"

چند حنفی مذہب کے کتب کے تتبع سے معلوم ہوا جس سے امداد الاحکام کی عبارت کی تائید ہوتی ہے، بدائع الصنائع میں دَین کو علی الاطلاق مانع وجوبِ زکوۃ شمار کیا گیا ہے، چنانچہ اس کی عبارت پیش خدمت ہے:

ومنها : أن لا يكون عليه دين مطالب به من جهة العباد عندنا، فان كان فانه يمنع وجوب الزكوة بقدره، حالا كان أو مؤجلا. (ج:2، ص:83 مط، دار الاحياء التراث العربی، الطبعة الثانية)

اور الفتاوی الهندية (ج:1، ص:190، مط عباس احمد الباز) میں ہے:

و منها الفراغ عن الدين: قال اصحابنا رحمهم الله تعالى: كل دين مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكوة سواء كان الدين للعباد كالقرض وثمن البيع وضمان المتلفات وارش الجراحة، وسواء كان الدين من النقود أو المكيل او الموزون او الثياب او الحيوان وجب بخلع او صلح عن عمد، وهو حال أو مؤجل.

نیز امداد الفتاوی (2/39، مط دار العلوم کراچی) کی تعلیق میں مذکورہ مسئلے کے متعلق مفتی اعظم پاکستان، حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے "تحقیق مانعیت وعدم مانعیت دین مہر از وجوب زکوۃ" کے عنوان سے استفتاء کے بارے میں علامہ قہستانیؒ کے قول کو مرجوح قرار دیا ہے، چنانچہ اس کی عبارت کچھ یوں ہے:

فالاظهر عندي القول الاول، ولا عبرة لنقل القهستاني عن الجواهر تصحيح الثاني فليتأمل.

شامی کی عبارت میں علامہ قہستانیؒ کی عبارت کو معیار بنایا گیا ہے، جہاں تک علامہ قہستانیؒ کے اقوال کا تعلق ہے تو (اصول الافتاء و ادابه) میں ان کے بارے میں (رجل لا يعرف حاله) کا تبصرہ فرمایا گیا ہے اور ان کے کتب کو کتبِ معتبرہ میں سے شمار نہیں کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے مخالف قول کو اور بھی تقویت مل سکتی ہے۔

اور یہ بات بھی توضیح طلب ہے کہ بدائع الصنائع میں یہی اختلاف ذرا آگے دینِ مہر ہی کے بارے میں نقل کیا گیا ہے۔ تو کیا یا دینِ مہر (جو کہ دین ضعیف ہے) دینِ قوی پر (جیسا کہ دونوں سوالوں میں ہے) قیاس کیا جا سکتا ہے؟

براہِ کرم! اس مسئلے کے بارے میں بندہ کی الجھن کو دور فرما کر ماجور ہوں۔

بندہ محب اللہ وثیق عفی عنہ

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متعلم تخصص فی الافتاء جامعہ اشرف المدارس کراچی

9 ربیع الاول 1437ھ ق

دار الافتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجوا ب حامداً ومصلیاً

اصل سوال کے جواب سے پہلے بطورِ تمہید جاننا چاہیے کہ:

وہ دیون جو مطالَب مِن جھۃِ العباد ہوں، اُن کے حالاً یا مؤجلاً ہونے سے اُن کے مانع زکوٰۃ ہونے پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟ اس کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، وہ یہ کہ:

عام طور پر متقدمین کا رجحان اسی طرف ہے کہ دین ہر صورت میں مانع زکوٰۃ ہے، فوری ادا طلب ہو یا دیر سے (اس بارے میں فقہاء کی کچھ عبارتیں سوال میں ذکر کی گئی ہیں، لہٰذا ان کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے)، لیکن مشائخ کا ایک گروہ شروع سے دین مؤجل کے مانع زکوٰۃ ہونے سے انکار کرتا ہے، خود امام کاسانیؒ کا بیان ہے۔

”وقال بعض مشايخنا: إن المؤجل لا يمنع؛ لأنه غير مطالب به عادةً.“ (بدائع 6/2)

علامہ ابنِ ہمامؒ فرماتے ہیں:

''وهل يمنع الدين المؤجل كما يمنع المعجل في طريقة الشهيد لا رواية فيه ، إن قلنا لا فله وجه، وإن قلنا نعم فله وجه ، ولو كان عليه مهر لامرأته وهو لا يريد أداءه لا يجعل مانعا من الزكاة ذكره في التحفة عن بعضهم لأنه لا يعده دينا ، وذكر قبله مهر المرأة يمنع مؤجلا كان أو معجلا لأنها متى طلبت أخذته. وقال بعضهم : إن كان مؤجلا لا يمنع لأنه غير مطالب به عادة انتهى.'' (فتح القدير 3/ 480)

علامہ شامی نے دین مؤجل کے سلسلہ میں طحاوی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ ایسے دین کو مانع زکوٰۃ نہیں مانتے تھے۔ نیز شامی نے قہستانی سے بعض اہل علم کی یہ بات نقل کی ہے کہ صحیح یہی ہے کہ مؤجل دَین زکوٰۃ واجب ہونے میں مانع نہیں۔

''(قوله أو مؤجلا إلخ) عزاه في المعراج إلى شرح الطحاوي، وقال: وعن أبي حنيفة لا يمنع. وقال الصدر الشهيد: لا رواية فيه، ولكل من المنع وعدمه وجه. زاد القهستاني عن الجواهر: والصحيح أنه غير مانع.'' (رد المحتار 2/ 261)

فتاویٰ تاتارخانیہ میں نجم الائمہ سرحکیؒ کے واسطہ سے ان کے مشائخ سے نقل کیا گیا ہے کہ دین مؤجل وجوبِ زکوٰۃ میں مانع نہیں ہے۔

''وذكر نجم الأئمة السرحكي عن مشائخه أنه لايمنع'' (تاتارخانيه)

جاری ہے۔۔۔

دار الافتاء

0219

اور عورتوں کے مہرِ مؤجل کے سلسلہ میں بھی بعد کے مشائخ کا عام رجحان یہی رہا ہے کہ وہ وجوبِ زکوٰۃ میں مانع نہیں اور بزدویؒ نے اس رائے کی تحسین کرتے ہوئے کہا ہے، وانہ حسن۔

فقہاء کی ان عبارات سے واضح ہے کہ مشائخ احنافؒ میں ایک قابلِ لحاظ تعداد ان لوگوں کی ہے جو دین مؤجل کو مانعِ زکوٰۃ نہیں مانتے ہیں، خود صاحب مذہب امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت اس کے مطابق منقول ہے اور علامہ قہستانیؒ نے اس رائے کا صحیح و معتبر ہونا نقل کیا ہے۔

نیز زکوٰۃ کے مسئلہ پر غور کرتے ہوئے ضروری ہے کہ فقہی جزئیات سے ہٹ کر شریعت کے مقصد و منشاء اور احکامِ زکوٰۃ کی روح کو بھی ملحوظ رکھا جائے، ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کے سلسلہ میں شریعت کی روح یہ ہے کہ انسان اپنے مال میں خدا کے حکم سے اس کے غریب بندوں کا حق بھی محسوس کرے اور غرباء پر خرچ کرے، اسی لیے فقہاء کے یہاں قاعدہ مقرر ہوا کہ جہاں وجوبِ زکوٰۃ اور عدم وجوب دونوں پہلو موجود ہو وہاں اس پہلو کو ترجیح دی جائے جس میں فقراء کو فائدہ ہوتا ہو........اب صورتحال یہ ہے کہ اس زمانہ میں تجارت اور کاروبار کے لیے ترقیاتی قرضوں کا رواج عام ہے جو طویل مدت میں اور آسان اقساط پر اداطلب ہوتا ہے، مقروض اس پیسہ سے بڑے بڑے معاشی فائدے حاصل کرتا ہے اور یہ رقم اس کے پاس جامد نہیں ہوتی بلکہ گردش میں رہتی ہے اور فقہاء کی زبان میں بالفعل مالِ نامی کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن اگر اس دین کو زکوٰۃ سے مانع قرار دیا جائے تو فقراء ہمیشہ اپنے حق سے محروم رہیں گے، اس لئے جیسے متاخرین علماء نے بدلے ہوئے حالات کے پیشِ نظر عورتوں کے دینِ مہر کو زکوٰۃ میں مانع نہیں مانا ہے، لہذا یہ بات عین مناسب ہے کہ طویل مدتی مقسّط دیون میں ہر سال کی اداطلب قسط کو اس سال کی زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے اور باقی مالیت پر زکوٰۃ واجب قرار دی جائے (جبکہ بالفعل وہ زکوٰۃ ادا کرنے پر قادر بھی ہو)۔

<u>اصل سوال کا جواب:</u>

اس تفصیل کے بعد اصل سوال کا جواب یہ ہے کہ امداد الاحکام میں حضرت نے جو مؤقف اختیار فرمایا ہے وہ متقدمین کے قول کے مطابق ہے کہ مطالَب من جهة العباد دیون مانع زکوٰۃ ہیں، چاہے وہ فوری ادا طلب ہوں یا دیر سے۔ جبکہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ عثمانی میں جو مؤقف اختیار فرمایا ہے، اسکی تفصیل اوپر مذکور ہوئی۔ دینِ مؤجل سے متعلق تفصیل منسلکہ تحریر میں ملاحظہ فرمائیں۔

(مستفاد من التبویب ۱۳۳۸/۸۶، وجدید فقہی مباحث از مقالہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ)

جاری ہے۔۔۔

دار الافتاء

بدائع الصنائع، دارالكتب العلمية (2/ 6)

فإنه لا بد فيها من غنى المالك، والغنى لا يجامع الدين، وعلى هذا يخرج مهر المرأة فإنه يمنع وجوب الزكاة عندنا معجلا كان أو مؤجلا؛ لأنها إذا طالبته يؤاخذ به، وقال بعض مشايخنا: إن المؤجل لا يمنع؛ لأنه غير مطالب به عادة، فأما المعجل فيطالب به عادة فيمنع، وقال بعضهم: إن كان الزوج على عزم من قضائه يمنع، وإن لم يكن على عزم القضاء لا يمنع؛ لأنه لا يعده دينا وإنما يؤاخذ المرء بما عنده في الأحكام.

رہی بات علامہ قہستانیؒ کی، تو علامہ قہستانیؒ کے بارے میں جو غیر معروف ہونے کا تبصرہ کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں ان کا اپنا قول دوسرے فقہاء کے خلاف ہو، وہاں ہم ان کا قول دوسرے فقہاء کے مقابلے میں نہیں لیں گے، لیکن جہاں دوسرے فقہاء کی عبارات بھی ان کی تائید میں ملتی ہوں یا وہ اپنا قول بیان نہ کر رہے ہوں بلکہ کسی دوسرے فقیہ کا قول نقل کر رہے ہوں، وہاں ان کی نقل پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

اور ویسے بھی اس مسئلہ کا مدار صرف علامہ قہستانیؒ کی نقل پر نہیں ہے، بلکہ دوسرے فقہاء اور مشائخ کے اقوال بھی ملتے ہیں، جیسا کہ اوپر تفصیل بیان کی گئی ہے، اور علامہ قہستانیؒ کی نقل ان فقہاء کے موافق ہے، لہٰذا اس کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

سلمان احمد عفا اللہ عنہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۲۸/جمادی الثانیہ/۱۴۳۷ھ

/اپریل/2016ء

الجواب صحیح
بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۲-۷-۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح
۲۸/۶/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف غفراللہ
۱-۷-۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح
محمد عبد المنان
۱-۷-۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح
۱-۷-۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح
عبد الحمید
۲/۷/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح
۱-۷-۱۴۳۷ھ

مفتی

نائب مفتی

دار الافتاء

0221

فتاوی عثمانی

رقم التسجيل: ٤٦٩٥/٤/٧٠١٧/٩٠
Regd. No. 4695/4/7017/90

Islamic Fiqh Academy (India)
مجمع الفقه الإسلامي (الهند)

Ref. No......................
Date..........................

الرقم ....
التاریخ ....

مکرمی و معظمی حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔

عرصہ پہلے آپ کا گرامی نامہ زکوٰۃ سے متعلق ملا تھا، اس کے ساتھ وضاحت بھی منسلک تھی، یہ مکتوب مع وضاحت دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم وقف دیوبند، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، مظاہر علوم وقف سہارنپور، دارالافتاء ندوۃ العلماء، دارالافتاء امارت شرعیہ پٹنہ، دارالافتاء جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل اور مدرسہ شاہی مرادآباد کو روانہ کیا جا چکا ہے، انشاء اللہ جو جواب آئے گا، آپ کی خدمت میں ارسال کیا جائے گا۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے پانچویں سمینار منعقدہ اعظم گڑھ بتاریخ ۳-۶ رجمادی الاولی ۱۴۱۳ھ مطابق ۳۰ اکتوبر تا ۲ نومبر ۱۹۹۲ء میں یہ مسئلہ ایک اور طریقہ پر زیر بحث آ چکا ہے اور وہ یہ کہ عام طور پر صنعتی اور استثماری مقاصد کے لئے لئے جانے والے دین کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے اور طویل مدت میں انہیں ادا کیا جاتا ہے، اس پس منظر میں یہ بحث آئی تھی کہ دیون متاخرہ زکوٰۃ میں مانع ہوں گے یا نہیں؟ پھر باتفاق رائے جو فیصلہ ہوا، وہ حسب ذیل ہے:

> ''۴- سرکاری یا غیر سرکاری اداروں سے لئے جانے والے طویل المیعاد قرضوں کی صورت میں ہر سال جو قرض کی قسط ادا کرنی ہے، اموال زکوٰۃ میں سے منہا کی جائے گی اور باقی اموال زکوٰۃ پر زکوٰۃ واجب ہوگی، پورا قرض منہا نہیں کیا جائے گا''۔

فیصلہ کرتے وقت یہ بات ملحوظ تھی کہ حنفیہ کے نزدیک بھی مہر موجل کو وجوب زکوٰۃ میں مانع نہیں مانا گیا ہے اور دوسرے دیون کے مقابلہ میں اس کی خصوصیت یہی سمجھ میں آتی ہے کہ اس کی ادائیگی طلاق یا موت کے ذریعہ انتہاء نکاح پر واجب ہوتی ہے، گویا یہ دین طویل مدت کے بعد قابل ادائیگی ہوتا ہے، اس لئے مانع زکوٰۃ نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

اکیڈمی میں اس سے ملتا جلتا ایک اور مسئلہ زیر بحث آ چکا ہے کہ جو نقد رقم ہیرے جواہرات کی شکل میں مختلف مصلحتوں کے تحت تبدیل کر لئے جائیں، یعنی مال زکوٰۃ کے عوض ایسی چیز حاصل کر لیں، جس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی تو ہیرے اور جواہرات میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں اتفاق رائے نہیں ہو سکا اور دونوں نقاط نظر یعنی زکوٰۃ واجب ہونے اور نہ ہونے کی طرف ارباب افتاء کی ایک معتدبہ تعداد کی رائے رہی۔

بہر حال ہم لوگ کوشش کریں گے کہ سمینار میں اصلاً یا ضمناً اس مسئلہ پر بھی غور کیا جائے، دعاء خیر کا خواستگار ہوں۔

والسلام

خالد سیف اللہ رحمانی
(جنرل سکریٹری)

۲ رجب ۱۴۳۳ھ
۲۴ مئی ۲۰۱۲ء

ص ب: ۹۷۴٦، ١٦١- ایف، جوغا بائی، جامعة نغر، نیو دلهی-۱۱۰۰۲۵، الهاتف و الفاكس: ۹۱-۱۱-۲٦۹۸۱۷۷۹/۲٦۹۸۳۷۲۸، البريد الالكتروني ifa@vsnl.net
Post Box No. 9746, 161-F, Jogabai, Jamia Nagar, New Delhi-110025 Tel/Fax: 91-11-26981779/26983728, E-mail: ifa@vsnl.net Website: www.ifa-india.or

المفتي محمد تقي العثماني
رئيس المجلس الشرعي البحرين
وعضو مجمع الفقه الإسلامي الدولي
ونائب رئيس جامعة دار العلوم كراتشي - باكستان

MUFTI MUHAMMAD TAQI USMANI

Chairman Shariah Council, AAOIFI, Bahrain
Member International Islamic Fiqh Academy, Jeddah
Vice President Jamia Darul-Uloom Karachi - Pakistan

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گرامی قدر مکرم جناب مولانا سیف اللہ خالد رحمانی صاحب زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہونگے۔ آپ سے دہلی میں مختصر ملاقات کا شرف حاصل ہوا، الحمد للہ آپ حضرات کے کام کا جو اندازہ پہلے سے تھا، ملاقات میں اس سے کہیں زیادہ کا مشاہدہ ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین۔

میرے سفرِ ہندوستان کے دوران کئی جگہ علماء نے زکوٰۃ کے ایک مسئلہ میں بندہ کی جو کتابوں کے حوالے سے اشکال پیش کیا، جن میں بندہ کے بیان کردہ مسئلے پر تعجب کا اظہار کیا گیا تھا، اور بعض فتاویٰ کا بھی حوالہ دیا۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ جس پس منظر میں وہ مسئلہ بیان کیا گیا تھا، اس کی وضاحت ہو جائے، اور فی نفسہ مسئلہ قابل غور بھی تھا، اس لئے بندہ نے ایک تحریر لکھی ہے جس میں صورتِ حال کی وضاحت کی گئی ہے، اور علماء و اہل فتویٰ سے درخواست کی گئی ہے کہ اس پر غور فرمائیں۔ خیال یہ ہے کہ ہندوستان کے اہم اہل فتویٰ کی خدمت میں یہ تحریر پہنچ جائے۔ لیکن سب سے بہتر طریقہ یہ معلوم ہوا کہ آپ کی مجمع الفقہ الاسلامی کے ذریعے حضرات اہل فتویٰ تک پہنچے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہ تحریر مجمع کی طرف سے بھیج دی جائے، اور مجمع کے آئندہ اجلاس میں اس موضوع کو بھی شامل کر لیا جائے۔ اگر کسی وجہ سے ایسا کرنا قابل عمل نہ ہو تو براہ کرم بندہ کو مطلع فرما دیں، تا کہ میں اپنے طور پر دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم، ندوۃ العلماء، مجلس وغیرہ کو بھیجنے کا اہتمام کروں۔

دعا کی درخواست ہے۔

والسلام

[signature]

۱ر۱۲ر۱۴۳۲ھ

Jamia Darul-Uloom Karachi
Korangi Industrial Area,
Karachi - Pakistan, Post Code : 75180
Phone: (92) (21) ~~5043192~~ 35123100, Fax : (92) (21) ~~5040234~~ 35123233

جامعة دار العلوم كراتشي
كورنجي انسٹريل ايريا الرمز البريدي ٧٥١٨٠
كراتشي - باكستان
هاتف: ٥٠٤٣١٩٢ (٢١) (٩٢) فاكس: ٥٠٤٠٢٣٤ (٢١) (٩٢)

۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ رسولہ سیدنا ومولانا محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہ وأصحابہ أجمعین

أما بعد:

بندے کے والدِ ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جدید فقہی مسائل کی تحقیق کیلئے ایک مجلس "مجلسِ تحقیق مسائل حاضرہ" کے نام سے قائم کی ہوئی تھی جس میں عام طور سے کراچی کے تین بڑے اداروں کے اہلِ فتویٰ حضرات شریک ہوا کرتے تھے جن میں حضرت شیخ الحدیث علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں، بعض خصوصی مسائل کی تحقیق کے موقعہ پر کبھی کبھی کراچی یا نواح کے دوسرے علماء کو بھی مشورے کیلئے شامل کر لیا جاتا تھا، اور بعض اوقات کراچی سے باہر کے علماء کو بھی مدعو کر کے مشورے کئے جاتے تھے۔ اس مجلس میں حضرت والد ماجد قدس اللہ تعالیٰ سرہ اور حضرت علامہ بنوری قدس اللہ سرہ سے بارہا سنا کہ زکوٰۃ کے سلسلے میں آج کل یہ مسئلہ قابلِ غور اور تحقیق طلب ہے کہ آج کل بڑے بڑے سرمایہ دار ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے موجود قابلِ زکوٰۃ اثاثوں سے کہیں زیادہ مقدار میں بینکوں سے قرضے لیتے رہتے ہیں، ان قرضوں کی مجموعی مقدار اتنی ہوتی ہے کہ اُنکے قابلِ زکوٰۃ اثاثوں سے ہمیشہ بڑھی رہتی ہے، زکوٰۃ کے عام اصول کے مطابق اگر اُنکے ان قرضوں کو قابلِ زکوٰۃ اثاثوں سے منہا کیا جائے تو ان پر دولتمند ہونے کے باوجود کبھی زکوٰۃ فرض نہیں ہو سکتی، بلکہ ایسی صورتیں بھی ہو سکتی ہیں کہ وہ خود مستحقِ زکوٰۃ بن جائیں۔

اس صورت حال کے حل کیلئے جب بعض علماء نے یہ تجویز پیش کی اور وہ شائع ہوئی کہ ایسے سرمایہ داروں کی مشینری پر زکوٰۃ عائد کر دی جائے، تو ان دونوں بزرگوں نے اسکی شدید مخالفت کی کیونکہ اسکی کوئی شرعی بنیاد موجود نہیں تھی، بلکہ یہ تجویز بعض نصوص کے خلاف تھی، لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس مسئلے کا کوئی اور حل تلاش کرنا چاہئے۔

سوءِ اتفاق سے ان حضرات کی حیات میں اس مسئلے پر کوئی باقاعدہ مجلس منعقد نہ ہو سکی، لیکن ان حضرات کی وفات کے بعد یہ مسئلہ اسلامی نظریاتی کونسل میں زیر بحث آیا جس میں حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی، حضرت مولانا مفتی سیاح الدین صاحب کاکاخیل، حضرت مولانا قاضی سعد اللہ صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہم اور راقم الحروف بطور رکن شامل تھے۔ اس موقعہ پر یہ تجویز زیر غور آئی کہ دین کا مانع زکوٰۃ ہونا ائمہ اربعہ کے نزدیک متفق علیہ نہیں، بلکہ اس میں فقہاء کے مختلف مذاہب ہیں، امام شافعی کے نزدیک دین مانع زکوٰۃ نہیں ہوتا، لہٰذا کونسل نے یہ سفارش کی کہ ایسے سرمایہ داروں کیلئے جو بینکوں سے قرض لے کر نئی نئی فیکٹریاں لگاتے رہتے ہیں یہ اصول مقرر کیا جائے کہ اگر انہوں نے قرضوں سے ایسے اثاثے خریدے ہیں جو قابلِ زکوٰۃ ہیں، مثلاً سامانِ تجارت، تب تو ان قرضوں کو مانع زکوٰۃ قرار دیا جائیگا، لیکن اگر انہوں نے قرض لے کر ایسی چیزیں خریدنے یا بنانے میں ان قرضوں کی رقم کو استعمال کیا ہے جو قابلِ زکوٰۃ نہیں ہیں، مثلاً بینک سے قرض لے کر مشینری درآمد کی یا کوئی عمارت بنائی تو اس صورت میں امام شافعی کے قول پر عمل کرتے ہوئے قرضے مانع زکوٰۃ نہیں ہونگے اور انکو انکے قابلِ زکوٰۃ اثاثوں سے منہا نہیں کیا جائیگا۔ ۱۳۹۹ھ میں جب حکومت نے زکوٰۃ کا قانون بنانے کیلئے ایک مسودہ مرتب کیا اور اُسے رائے عامہ کیلئے شائع کیا گیا تو ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ کو مجلس تحقیق مسائل حاضرہ

کا ایک اجلاس دار العلوم کراچی میں منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی، حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہما، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق سکندر، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب شہید، حضرت مولانا محمد جمیل خان صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہما اور بندہ محمد تقی نے شرکت کی۔

اس اجلاس میں حکومت کے شائع کردہ مسودے پر تبصرہ کرتے ہوئے اسکی متعدد غلطیوں کی نشاندہی کی گئی اور متعدد ترمیمات تجویز کی گئیں اور چونکہ اس زیر نظر مسودے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی مذکورہ بالا تجویز پر عمل کرتے ہوئے قرضوں کے سلسلے میں یہی بات کہی گئی تھی کہ عام حالات میں تو قرضے قابل زکوۃ اثاثوں سے منہا کئے جائیں گے لیکن ساتھ ہی یہ کہا گیا تھا کہ "ایسے قرض کی تخفیف کی گنجائش نہیں ہوگی جسکا تعلق ایسے اثاثے سے ہو جس پر زکوۃ نہ نکلتی ہو"۔

اس موقعہ پر مجلس تحقیق مسائل حاضرہ نے اس مسئلے پر باقاعدہ غور کیا اور کتب فقہیہ کی مراجعت کے بعد مندرجہ ذیل تبصرہ کیا:

"یہ ایک بہت ہی اہم اور پیچیدہ مسئلہ ہے جس سے اس پیراگراف میں تعرض کیا گیا ہے۔ اس میں معمولی افراط و تفریط بھی سنگین نتائج کی حامل ہو سکتی ہے۔ جہاں تک "فقہائے امت" کے مذاہب کا تعلق ہے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ (امام ابو حنیفہ" کے نزدیک تو سوائے دین مؤجل کے باقی تمام دیون (قرضے) منہا کرنے کے بعد زکوۃ واجب ہوتی ہے۔) امام شافعی" کا قولِ قدیم بھی یہی ہے۔ امام مالک" کے نزدیک دین اموالِ باطنہ کی زکوۃ سے مانع ہے، اموالِ ظاہرہ کی زکوۃ سے مانع نہیں اور امام شافعی" کا قولِ جدید یہ ہے کہ دین مطلقاً مانع نہیں۔ حکومت کے مندرجہ بالا پیراگراف میں غالباً

0226

اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ ایسے قرض کو منہا قرار دینا ضروری ہے جو عام ضروریاتِ زندگی کی بنا پر ہو، کسی پیداواری جائداد، مسرفانہ اخراجات یا سامانِ تعیش خریدنے کی بنا پر نہ ہو۔" (ماہنامہ بینات جمادی الثانیۃ ۱۳۹۹ھ، ص ۷ و ص ۸)

اس تبصرے کے آخری پیراگراف میں وہی موقف اختیار کیا گیا کہ بینکوں سے قرض لیکر پیداواری عمل کیلئے مشینری خریدی گئی ہے یا پُر تعیش اور مسرفانہ اشیاء خریدی گئی ہیں جو قابلِ زکوٰۃ نہیں ہیں تو ایسے قرضے قابلِ زکوٰۃ اثاثوں سے منہا نہیں کئے جائیں گے۔

پھر جب زکوٰۃ کا قانون ایک آرڈی ننس کی شکل میں نافذ ہوا تو مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کا دوبارہ اجتماع ہوا اور اسکے تین اجلاسات منعقد ہوئے جن میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب، حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب، حضرت مولانا سحبان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہم، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق سکندر صاحب، حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب سکھروی اور بندہ محمد تقی عثمانی نے شرکت کی۔ اس موقعہ پر جبکہ آرڈی ننس کے مختلف حصوں میں مختلف غلطیوں کی نشاندہی کی گئی تھی قرضوں کا مسئلہ دوبارہ زیرِ بحث آیا اور اس پر مجلس نے حسبِ ذیل تبصرہ کیا:

"قرضوں کا مسئلہ: آرڈی ننس میں قرضہ جات کو قابلِ زکوٰۃ مالیت سے منہا کرنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی، اس سلسلے میں فقہائے امت کے مذاہب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہر طرح کے قرضے زکوٰۃ سے منہا کرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، امام شافعیؒ کا قدیم قول بھی یہی ہے، امام مالکؒ کے نزدیک قرضے اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ سے مانع ہیں، اموال

ظاہرہ کی زکوٰۃ سے نہیں، اور امام شافعیؒ کا قول جدید یہ ہے کہ کسی بھی طرح کا قرض زکوٰۃ سے منہا نہیں ہوگا۔ (ملاحظہ ہو المجموع شرح المہذب ص ۳۱۳ و ۳۱۴ ج ۵)

موجودہ حالات ایسے ہیں کہ جس کسی شخص نے اپنی ضروریاتِ زندگی کے لئے کوئی قرض لیا ہو، اس کی زکوٰۃ سے منہا نہ کرنا اس شخص پر زیادتی ہوگی، البتہ یہ مسئلہ ہمیشہ اہل علم کے نزدیک زیرِ غور رہا ہے کہ آج کل بڑے بڑے سرمایہ دار اپنی پیداواری اغراض کے لئے جو قرضے لیتے ہیں، اگر ان سب کو منہا کیا جائے تو ان پر بعض صورتوں میں شاید کبھی بھی زکوٰۃ واجب نہ ہو، جو مقاصدِ شریعت کے بالکل خلاف ہے، اس لئے ایسے قرضوں کے بارے میں اگر امام شافعیؒ کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ وہ زکوٰۃ سے منہا نہیں کئے جائیں گے تو یہ مناسب ہے۔

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کو زکوٰۃ آرڈی ننس کے جس مسوّدے کو رائے عامہ معلوم کرنے کیلئے مشتہر کیا گیا تھا، اس میں بھی قرضوں کی منہائی کی گنجائش موجود تھی، اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے "مجلس تحقیق مسائل حاضرہ" نے اس وقت بھی یہی رائے ظاہر کی تھی۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ بینات جمادی الثانیہ ۱۳۹۹ھ، ص ۸)

لہٰذا مجلس کی رائے میں نصاب، حولانِ حول اور قرضوں کے بارے میں مذکورہ بالا تجاویز کو مدنظر رکھتے ہوئے، آرڈی ننس کی دفعہ ۳ مجوزہ ترمیم کے بعد اس طرح ہونی چاہئے:-

"آرڈی ننس کے دوسرے احکام کے تابع ہر مسلمان صاحبِ نصاب شخص سے شیڈیول نمبر ۱ میں دی ہوئی تفصیل کے مطابق ہر سالِ زکوٰۃ کے اختتام پر لازماً زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ شرط یہ ہے کہ جو شخص یہ ثابت کر دے کہ تاریخ زکوٰۃ کے دن اس کی قابلِ

زکوٰۃ جملہ مملوکات کو نصاب کی مقدار تک پہنچے ہوئے پورا سال نہیں گزرا، اس کے مذکورہ اثاثوں سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی۔ مزید شرط یہ ہے کہ جو شخص یہ ثابت کردے کہ وہ مقروض ہے اور اس نے قرضہ کسی پیداواری غرض سے نہیں لیا تو اس کے قرضے کی رقم کو قابلِ زکوٰۃ رقم سے منہا کیا جائے گا۔ " (البلاغ، رمضان ۱۴۰۰ھ، ص ۷ و ۸)

یہ پوری تحریر جو زکوٰۃ عشر آرڈی ننس پر مجلس کے تبصرے سے عبارت تھی، پھر ملک کے معروف علماء اور اہل فتویٰ کی خدمت میں بھیجی گئی جنکے اسماءِ گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب، مہتمم دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک۔

۲۔ حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب، مفتی و مہتمم مدرسہ قاسم العلوم، ملتان۔

۳۔ حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب، مفتی مدرسہ اشرفیہ، سکھر۔

۴۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، مہتمم جامعہ فاروقیہ ڈرگ روڈ کالونی، کراچی۔

۵۔ حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ صاحب، مہتمم جامعہ رشیدیہ ساہیوال۔

۶۔ حضرت مولانا مفتی محمد سعید صاحب، مفتی مدرسہ مطلع العلوم، بروری روڈ، کوئٹہ۔

۷۔ حضرت مولانا فضل محمد صاحب، مہتمم مدرسہ مظہر العلوم، مینگورہ، سوات۔

۸۔ حضرت مولانا مفتی محمد وجیہ صاحب، مفتی دارالعلوم الاسلامیہ، ٹنڈو الہ یار، سندھ۔

۹۔ حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب، مدرسہ اشرف العلوم، باغبان پورہ، گوجرانوالہ۔

۱۱۔ حضرت مولانا قاضی سعد اللہ صاحب، رکن مجلس شوریٰ قلات ڈویژن، مستونگ، بلوچستان۔
(وحال رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان)

۱۲۔ حضرت مولانا قاضی بشیر احمد صاحب، دار الافتاء راولاکوٹ، آزاد کشمیر۔

۱۳۔ حضرت مولانا مقبول الرحمن صاحب قاسمی، دار الافتاء راولاکوٹ، پونچھ، آزاد کشمیر۔

۱۴۔ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب، ناظم دار العلوم تعلیم القرآن، باغ، پونچھ، آزاد کشمیر۔

۱۵۔ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب، خطیب جامع مسجد باغ، پونچھ، آزاد کشمیر۔

۱۶۔ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی، مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور۔

۱۷۔ حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب، مفتی خیر المدارس، ملتان۔

۱۸۔ حضرت مولانا عبد الشکور صاحب ترمذی، دار العلوم حقانیہ، ساہیوال، ضلع سرگودھا۔

۱۹۔ حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر، مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

آخری چار حضرات کے سوا باقی تمام حضرات نے مجلس کی تحریر پر کسی ترمیم کے بغیر مجلس کی آراء سے اتفاق کرتے ہوئے تصدیقی دستخط فرمائے، البتہ موخر الذکر چار حضرات نے بعض فروگزاشتوں پر متنبہ فرمایا جو بعد میں درست کردی گئیں، نیز بنیادی اختلاف اس بات سے فرمایا کہ بینک اکاؤنٹس سے حکومت کو زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ہے، انکے خیال میں بینک اکاؤنٹس سے حکومت زکوٰۃ وصول نہیں کرسکتی۔

لیکن جہاں تک قرضوں کی منہائی کا تعلق ہے اسکے بارے میں جو تجویز مجلس تحقیق مسائل حاضرہ نے طے کی تھی اس سے ان حضرات میں سے کسی نے اختلاف نہیں فرمایا۔

اس بنیاد پر بندے نے اسکے بعد ہونے والی مختلف تقریروں میں یہ بات کہی کہ جو سرمایہ دار ناقابلِ زکوٰۃ اثاثے خریدنے کیلئے بینکوں سے قرض لیتے ہیں انکے ایسے قرضے انکے قابلِ زکوٰۃ اثاثوں سے منہا نہیں کئے جائیں گے۔ اس قسم کی ایک تقریر اور سوال وجواب کی ایک نشست میں بندے نے جو یہ مسئلہ بیان کیا وہ ایک کتابچہ کی شکل میں جو "آپ زکوٰۃ کس طرح ادا کریں" کے نام سے شائع ہوا۔ نیز بندے کی کتاب "اسلام اور جدید معیشت وتجارت" کے ص ۱۱۴ پر بھی یہی موقف اختیار کیا گیا۔

چونکہ بندے کا یہ موقف جو ان دو کتابوں میں بیان ہوا ہے اپنے پس منظر کے بغیر ہندوستان کے اہل فتویٰ علماء کے پاس پہنچا تو انکا اظہارِ تعجب برحق تھا کیونکہ حنفیہ کا اصل مسئلہ یہی ہے کہ ہر قسم کے قرضے قابلِ زکوٰۃ اثاثوں سے منہا کئے جائیں گے، لیکن اس خاص مسئلے میں پاکستان کے مذکورہ بالا علماء نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول جس وجہ سے اختیار کیا وہ اوپر عرض کی گئی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی یہی ہے کہ جس شخص کے پاس بقدرِ نصاب مال ہو اور اتنا ہی اسکا دین بھی ہو تو دین کو پہلے اسکے عروضِ مملوکہ کی طرف محوّل کیا جائیگا اور اگر اسکے عروض اداءِ دین کیلئے کافی ہوں تو دین مانعِ زکوٰۃ نہیں ہوگا بلکہ اس پر قابلِ زکوٰۃ اثاثوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

"(الشرط السادس) عدم الدين يشترط في زكاة العين خاصة فإن كانت له عروض تفي بدينه لم تسقط الزكاة عنه وقيل تسقط وفرق ابن القاسم بين الدين من الزكاة مع العروض وبين غيره." (القوانين الفقهية، كتاب الزكاة، الباب الأول. ١: ٦٨)

"قال مالك: الدين يمنع زكاة الناض فقط إلا أن يكون له عروض فيها وفاء من دينه فإنه لا يمنع." (بداية المجتهد، كتاب الزكاة ١: ٢٤٦)

بعض حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے:

"وذكر القاضي نحو هذا فإنه قال: إذا كان النصابان زكويين جعلت الدين في مقابلة ما الحظ للمساكين في جعله في مقابلته، وإن كان من غير جنس الدين، فإن كان أحد المالين لا زكاة فيه والآخر فيه الزكاة، كرجل عليه مائتا درهم وله مائتا درهم وعروض للقنية تساوي مائتين فقال القاضي: يجعل الدين في مقابلة العروض، وهذا مذهب مالك و أبي عبيد. قال أصحاب الشافعي: وهو مقتضى قوله لأنه مالك لمائتين زائدة عن مبلغ دينه فوجبت عليه زكاتها كما لو كان جميع ماله جنسا واحدا." (المغني لابن قدامة، باب زكاة الدين — ٢: ٦٣٧)

عرب علماء کے متعدد اجتماعات میں بھی یہ مسئلہ زیر غور آیا اور اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے، تمام مسالک کے علماء نے اس سے اتفاق فرمایا، چنانچہ بحرین کی مجلس شرعی جو مختلف ملکوں کے بیس علماء پر مشتمل ہے، اور اس نے مختلف معاملات پر "المعاییر الشرعیہ" مرتب کئے ہیں، اس نے بھی معیار الزکوۃ میں یہی موقف اختیار کیا جسکی عبارت درج ذیل ہے:

"٦|٢|١ إن كانت الديون على المؤسسة نتجت عن الحصول على أصول زكوية متداولة للتجارة فإنها تحسم من الوعاء الزكوي.

٦|٢|٢ إن كانت الديون ترتبت للحصول على أصول ثابتة غير خاضعة للزكاة، فإنها لا تحسم من الوعاء الزكوي." (المعايير الشرعية، معيار الزكاة (٣٥) ص ٤٨١)

اب اس عریضہ کا مقصد یہ ہے کہ وہ پورا پس منظر ہندوستان کے اکابر علماء اور اہل فتویٰ حضرات کی خدمت میں پیش کر دیا جائے جس کی بنا پر بندے کی کتابوں "آپ زکوٰۃ کس طرح ادا کریں" اور "اسلام اور جدید معیشت و تجارت" میں قرضوں کے بارے میں مذکورہ بالا تفصیل بیان کی گئی ہے۔ آنجناب سے درخواست ہے کہ اس مسئلہ پر غور فرما کر اگر اس سے اتفاق ہو تو اس سے مطلع فرمادیں اور اگر اختلاف ہو تو وجوہِ اختلاف کے ساتھ اس سے مطلع فرمادیں تاکہ مسئلے پر مکرر غور کیا جاسکے۔ والسلام

بندہ محمد تقی عثمانی

۲۸/۱۱/۱۴۳۲ھ